ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

تدوین قرآن: روایات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

محمد عمر

پی ایچ ڈی اسکالر

ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Abstract: *This paper provides an in-depth analysis of the process of the Qur'an's editing, compilation, and standardization, as viewed through the lens of classical Islamic traditions. The collection and codification of the Qur'an is a foundational event in Islamic history, ensuring the preservation of the divine revelation. The study examines the historical accounts and traditions that describe the efforts undertaken by the early Muslim community, particularly during the caliphates of Abu Bakr and Uthman, to gather and compile the Qur'anic text into a unified, authoritative form. By exploring the key figures involved, the methodologies employed, and the challenges faced during this process, the paper seeks to offer a comprehensive understanding of how these efforts have shaped the Qur'an as it is known today. The analysis also considers the varying perspectives within the Islamic tradition regarding the authenticity and integrity of the Qur'anic text as a result of these editorial activities. Through this examination, the paper contributes to ongoing scholarly discussions on the historical and religious significance of the Qur'an's compilation and its implications for Islamic thought and practice. This paper offers a thorough and nuanced exploration of the intricate process of the Qur'an's editing, compilation, and standardization, critically analyzed through the perspective of classical Islamic traditions. The collection and codification of the Qur'an represent a pivotal moment in Islamic history, underpinning the preservation and transmission of the divine revelation to subsequent generations. This study delves into the rich tapestry of historical accounts and traditional narratives that document the efforts of the early Muslim community, with particular emphasis on the roles of Caliph Abu Bakr and Caliph Uthman, who were instrumental in consolidating the Qur'anic text into a single, authoritative manuscript. The research highlights the key figures involved in this monumental task, including the scribes and companions of the Prophet Muhammad (PBUH), and the methodologies they employed to ensure the accuracy and completeness of the Qur'anic text. The paper also addresses the logistical and theological challenges encountered during this process, such as the preservation of different recitations (qira'at), the destruction of variant texts, and the reactions of various factions within the Muslim community to the standardization effort.*

Keywords: Qur'an compilation, Islamic traditions, Caliph Abu Bakr, Caliph Uthman, Islamic history, Qur'anic preservation, Textual integrity, Hadith literature, Qur'an editing, Islamic scholarship

مفتی محمد طاہر مکی تحریر کرتے ہیں:

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں قرآن مجید مختلف صحیفوں بلکہ ہڈیوں اور پتوں پر منتشر حالت میں تھا، یکجا کتابی صورت میں جمع نہیں ہوا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر نے پہلی مرمرتبہ اسے کتابی شکل میں جمع کیا، اور دوبارہ یہ فریضہ حضرت عثمان غنی نے انجام دیا، اسی لیے عموماً انہیں "جامع القرآن" کہا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات حقائق کے سراسر خلاف ہے اس غلط فہمی کے پیدا کرنے میں امام زہری کی بعض روایات کو بھی دخل ہے جنہیں امام بخاری نے اپنی کتاب کے باب جمع القرآن میں درج کر لیا ہے۔[1] [2]

[1] تمنا عمادی، زہری وطبری، تصویر کا دوسرا رخ: (ص ۵)

[2]

اس کے بعد تحریر کرتے ہیں: حاصل کلام: الحاصل زہری کے اس روایت میں چھ امر تو ایسے ہیں جو واقعات کی رو سے سچائی کے معیار میں صحیح نہیں اترتے اور وہ بالکل غلط ہیں:

(۱) جنگ یمامہ میں بہت سے قرآن کے قاری شہید ہوئے۔

(۲) زید نے آنحضرت ﷺ کی حیات میں قرآن جمع نہیں کیا تھا۔

(۳) زید پورے قرآن کے حافظ نہ تھے۔

(۴) آنحضرت نے پورا قرآن جمع نہیں کرایا تھا۔

(۵) حضرت عثمان نے آنحضرت کے عہد میں قرآن جمع نہیں کیا تھا۔

(۶) ابو خزیمہ انصاری کے سوا کسی کے پاس سورہ براءۃ کا آخر لکھا ہوا نہ تھا۔

اور سات باتیں ایسی ہیں جو شب و روز کے تجربہ اور صحابہ اور مسلمانوں کے حالات کے اعتبار سے بعید نہیں اور یہ دونوں ان کی اجازت نہیں دیتے۔

(۱) ڈیڑھ سال میں زید کا تمام و کمال قرآن کو تلاش کر کے لکھ دینا۔

(۲) حضرت عمر کا یہ خیال کرنا کہ قرآن ضائع ہو جائے گا۔

(۳) قرآن جمع کرنے سے پہلے قاریان قرآن کو لڑائی میں بھیجنا۔

(۴) قرآن کے جمع کرنے کو محض زید کے سپرد کرنا، باوجودیکہ خود مدینہ میں ان سے بہتر قاری بھی موجود تھے۔

(۵) اس قرآن جمع شدہ کا حضرت حفصہ کے پاس رہنا، نہ کہ خلیفہ سوم کے۔

(۶) خلیفہ اول اور دوم کا اپنے عہد میں اس قرآن کی نقلیں ملک میں شائع نہ کرنا۔

(۷) مسلمانوں میں اس سے ایک مسلمان کا بھی اس قرآن کی نقل نہ لینا۔

اس کے علاوہ زہری کی روایت کا اختلاف اور نیز زہری کی یہ تنہا روایت بہت کی ان روایات کے مخالف ہے جو اپنی کثرت کی وجہ سے تواتر کے مرتبہ میں پہنچ گئی ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

یہ عجیب بات ہے کہ جو واقعہ نہایت ہی بے اصل اور سر اسر غلط اور جس قدر بے بنیاد ہوتا ہے اسی قدر مشہور اور زبان زد عوام و خواص ہو جاتا ہے۔ خلیفہ اول کے جمع قرآن کے واقعہ نے شہرت کا کا یہ درجہ پایا ہے کہ آج محدثین اور مورخین اور ہر مسلمان کی زبان اور قلم پر ہے اور انہ اور انتہا یہ ہے کہ بخاری جیسے ناقد اور محقق کی تحقیق کی روشنی بھی اسکی شہرت کے آگے ماند پڑ گئی۔ مگر پھر بھی حق حق ہے اور باطل باطل، جھوٹ اور فریب گو مشہور ہو جائے، قبول کر لیا جائے لیکن انجام کار سچائی کی روشنی غالب آ کر اسے محو کر دیتی ہے اور وہ ظاہر ہو کر رہتا ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی مشہور ہے کہ خلیفہ سوم حضرت عثمان نے اپنے عہد میں خلیفہ اول کی جمع کردہ قرآن کی چند نقلیں کرا کے مختلف بلاد میں بھجیں اور یہ حکم دیا کہ اس م دیا کہ اس کے سوا جو لکھے ہوئے قرآن ہیں وہ ضائع کر دیئے جائیں اور اب سے اس قرآن کے موافق پڑھا پڑھا یا جائے چنانچہ کتاب حدیث اور تواریخ میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے۔

خلاصہ کلام بقول علامہ تمنا عمادی یہ ہے کہ جمع قرآن بعد صدیقی و نقل مصاحف بعد عثمانی کی حدیثیں قطعاً موضوع و بے بنیاد ہیں مگر حضرت حفصہ کے پاس صحیفوں کا ہونا مسلم ہے تو وہ صحیفے یقیناً صحف نبوی ہی تھے جن کو قرآن میں فی صحف مکرمتہ فرمایا گیا ہے۔ یہ صحف نبوی ہی کو فرمایا گیا تھا نہ کہ صحف صدیقی کو جس کو بقول عبید بن سباق وفات نبوی کے بعد تنہا زید بن ثابت نے جمع کیا تھا[3]۔

تجزیہ و تحقیق

مذکورہ بالا اعتراض کا تجزیہ کرتے ہیں ہم درج ذیل امور کا جائزہ لیں گے:

1) جمع قرآن کی صحیح صورتحال کیا تھی؟ جمہور محدثین و محققین کی رائے اس بارے میں کیا ہے؟
2) امام زہری کی مذکورہ روایت کا محدثین کے نزدیک کیا مقام ہے؟
3) کیا امام زہری کی روایات میں واقعی اضطراب ہے؟
4) حضرت زید بن ثابت کی گفتگو کا صحیح محمل کیا تھا؟
5) حافظ ابن عبد البر کی عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے؟
6) معترضین کی تحریروں میں جن امور کو بعید از عقل و قیاس قرار دیا گیا ان کی حیثیت کیا ہے؟

(1) جمع قرآن کی صحیح صورتحال

قرآن کریم چونکہ ایک ہی دفعہ پورا کا پورا نازل نہیں ہوا بلکہ ضروریات اور حالات کے مطابق نازل ہوتا رہا اس لیے عہد رسالت ﷺ میں اسے کتابی شکل میں یکجا لکھ کر محفوظ کرنا ممکن نہ تھا اس کے علاوہ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم کو یہ امتیاز عطا فرمایا کہ اس کی حفاظت قلم اور کاغذ سے زیادہ حفاظ کے سینوں سے کرائی، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ سے فرمایا:

[3] ایضاً: (ص (۱۲)

ومنزل عليك كتاباً لا يغسله الماء۔

یعنی میں تم پر ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جس کو پانی نہیں دھو سکے گا۔

مطلب یہ کہ دنیا کی عام کتابیں تو دنیوی آفات کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں۔ لیکن قرآن کریم کو سینوں میں اس طرح محفوظکر دیا جائے گا کہ اس کے ضائع ہونے کا خطرہ باقی نہ رہے گا۔[4]

اب کتابت کی صورت میں جمع قرآن کا مرحلہ باقی رہ جاتا ہے تو امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں جو بات ذکر فرمائی ہے اور جمع قرآن کی مجموعی روایات کا جائزہ لینے سے جو صورتحال سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی جمع وترتیب تین مراحل میں انجام پذیر ہوئی اور ان میں سے ہر مرحلے کی جمع وترتیب کا دوسرے مرحلے کی جمع وترتیب سے کوئی تعارض نہیں ہے۔ لہذا یہاں پر اجمالاً تینوں مراحل کو ترتیب دار سمجھنا مناسب ہوگا تاکہ جمع وترتیب کا مقصد وطریقہ کار واضح ہو جائے۔

حضور اکرم ﷺ کے دور میں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ کتابت قرآن کا بھی خاص اہتمام کیا گیا چنانچہ حضرت زید فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مجھ سے وحی لکھواتے پھر اس کے بعد مجھ سے پڑھوا کر سنتے تھے اور اگر اس میں کوئی فرد گذاشت ہوتی تو آپ اس کی اصلاح فرما دیتے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے لیکن اس زمانے میں عرب میں کاغذ کی کمیابی کی وجہ سے قرآن کریم کو چڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، درخت کے پتوں وغیرہ پر اسے محفوظ کیا گیا۔ جیسا کہ مختلف روایات میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اس طرح آنحضرت ﷺ کی نگرانی میں لکھوایا گیا۔ یہ نسخہ یکجا کتابی صورت میں نہ تھا، متفرق پارچوں کی شکل میں تھا، اس کے علاوہ بعض صحابہ بھی اپنے طور پر آیات قرآنیہ لکھ لیتے تھے جیسا کہ متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد قرآن کریم کو یکجا کتابی صورت میں جمع کرنے کا مرحلہ حضرت ابو بکر صدیق کے عہد مبارک میں مکمل ہوا۔ جس کی تفصیل مختلف روایات صحیحہ سے معلوم ہوتی ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جنگ یمامہ میں حفاظ کرام کی بڑی تعداد کے شہید ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ کو قرآن کریم کو کتابی صورت میں یکجا جمع کرنے کا خیال آیا جو انہوں نے حضرت ابو بکر کی خدمت میں کیا، ابتداء انکار اور پھر شرح صدر ہو جانے کے بعد دونوں حضرات کی مشاورت سے یہ کام کاتب وحی حضرت زید بن ثابت پیش کے سپرد ہوا اور اس طرح قرآن کریم یکجا کتابی صورت میں پہلی مرتبہ سامنے آیا۔

جمع قرآن کا تیسرا مرحلہ حضرت عثمان غنی کے عہد مبارک میں پیش آیا۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا تھا، اور مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اسے آپ علیہ السلام سے مختلف قراءتوں میں سیکھ کر اپنے شاگردوں کو اس طرح پڑھایا تھا تو جب تک لوگوں کو اختلاف قرآت کا صحیح طور پر علم رہا تو اس سے کوئی خرابی پیدا نہ ہوئی مگر فتوحات کی بدولت جب قرآن کریم مختلف قرآتوں کی صورت میں دور دراز ممالک میں پہنچا تو اختلاف قرأت اور سات حروف کی صحیح صورتحال ان لوگوں میں پوری طرح مشہور نہ ہو سکی جس بناء پر لوگوں میں جھگڑے اور خلاف کی صورت پیدا ہونے لگی اور اس بات کی ضرورت پیدا ہونے لگی کہ ایک مستند و معتمد نسخہ پر امت کو جمع کیا جائے چنانچہ حضرت عثمان نے صحابہ کرام کے مشورہ سے مصحف صدیقی کی نقول کرا کے مختلف ممالک اسلامیہ میں بھجوا دیں۔[5]

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع قرآن سے متعلق مختلف احادیث مختلف ادوار اور مراحل کے اعتبار سے اپنی اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں اور اس سلسلے میں مجموعی روایات کا آپس میں کوئی تعارض نہیں، عہد رسالت میں قرآن کریم کی کتابت ہو چکی تھی لہذا سوال میں ذکر کردہ اعتراض درست نہیں اور امام زہری کی ذکر کردہ حدیث صحیح بھی عہد رسالت میں جمع وکتابت قرآن کی نفی نہیں کرتی۔

---

[4] تقی عثمانی، علوم القرآن (۱۷۴)

[5] ایضا: (ص ۱۷۳-۱۹۲)

کیونکہ وہ عہد صدیقی میں جمع قرآن سے متعلق ہے بلکہ اگر غور سے دیکھیں تو اسی حدیث صحیح سے عہد رسالت میں جمع قرآن بصورت کتابت کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ اس حدیث کے مطابق حضرت ابو بکر و عمر کا حضرت زید بن ثابت کو جمع قرآن کے لیے منتخب فرمانا ان کے کاتب وحی ہونے کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ مذکورہ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

وقد كنت تكتب الوحى لرسول الله۔[6]

اور حضرت عثمان کو جامع قرآن کہنا بھی عہد رسالت وعہد صدیقی میں جمع قرآن کے مخالف نہیں کیونکہ یہ بات واضح ہو چکی کہ حضرت عثمان نے امت مسلمہ کو ایک مستند و معتبر تحریری نسخہ پر جمع فرمایا جس کی سات مستند نقول تیار کی گئیں اور انہیں عالم اسلام میں بھیجا گیا۔ لہذا ان کو اس اعتبار سے جامع قرآن کہا گیا۔

مختصر اًیہ کہ تینوں ادوار کی جمع و ترتیب اپنے اپنے مرحلے اور زمانے کی ضروریات کے پیش نظر بالکل صحیح اور بہترین طور پر ہوئی، حضور اکرم علیہ السلام کے دور مبارک میں چونکہ وحی کی آمد کا سلسلہ جاری تھا تو کتابت تو ہوتی رہی البتہ یکجا کتابی صورت میں جمع نہ ہو سکا، عہد صدیقی میں اس ضرورت کا تقاضا پیدا ہونے کے سبب یکجا طور پر قرآن کریم پہلی مرتبہ جمع ہو کر سامنے آیا، جس وجہ سے حضرت صدیق اکبر جامع قرآن اول کہلائے۔ اور امت کے اختلاف کو دور کر کے اسے ایک معتبر نسخے پر جمع کرنے کے سبب حضرت عثمان جامع قرآن دوم کہلائے۔

مذکورہ تحقیق مشہور و مستند ائمہ و محدثین عظام رحمہم اللہ کی بیان کردہ تفصیل کا خلاصہ ہے کیونکہ ان ائمہ کے کلام میں خاصی طوالت ہے ہم اب ان ائمہ میں سے چند ایک کا اصل کلام ذکر کرتے ہیں۔

امام حاکمؒ اپنی "مستدرک میں فرماتے ہیں۔

حدثناه ابو عبدالله محمد بن يعقوب الحافظ ثنا ابراهيم بن عبدالله السعدي، ثنا وهب بن جرير، ثنا ابي سمعت يحيى بن ايوب يحدث عن يزيد بن ابي حبيب عن عبد الرحمن بن شماسة عن زيد بن ثابت قال: كنا عند رسول الله ﷺ نؤلف القرآن من الرقاع اذ قال رسول الله : طوبى للشام فقلنا لاى شي ذاك؟ فقال: لان ملائكة الرحمن باسطة جنها عليهم۔

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه وفيه البيان الواضح ان جمع القرآن لم يكن مرة واحدة فقد جمع بعضه بحضرة رسول الله ﷺ ثم جمع بعضه بحضرة ابي بكر الصديق والجمع الثالث هو في ترتيب السور كان في خلافة امير المؤمنين عثمان بن عفان اجمعين.[7](قال الذهبي في التلخيص: على شرط البخارى و مسلم)۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

وقال الخطابي وغيره: يحتمل ان يكون انما لم يجمع القرآن في المصحف، لما كان يترقبه من ورود ناسخ لبعض احكامه و تلاوته فلما انقضى نزول بوفاته الله الهم الله الخلفاء الراشدين ذلك وفاء لوعد الصادق بضمان حفظه على هذه الامة المحمدية زادها الله شرفاً۔[8]

علامہ قسطلانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

---

[6] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری (کتاب فضائل القرآن)

[7] حاکم، ابو حاکم نیشاپوری، المستدرک للحاکم، تحت کتاب التفسیر (۲/۲۴۹)

[8] ابن حجر، فتح الباری: (۹/۱۵۰)

..........لانه يلزم من فعلهم هذا ان يكون خيراً من تركه في الزمن النبوي واجيب بانه خير بالنسبة لزمانهم و الترك كان خيراً في الزمن النبوى لعدم تمام النزول و احتمال النسخ اذ لو جمع بين الدفتين و سارت به الركبان الى البلدان ثم نسخ لادى ذلك الى اختلاف عظيم ۔[9]

علامہ سیوطیؒ الاتقان میں فرماتے ہیں:

وقال الحارث المحاسبى فى كتاب فهم السنن: كتابة القرآن ليست بمحدثه فانه كان يأمر بكتابته، ولكنه كان مفرقافي الرقاع والاكتاف والعسب، فانما امر الصديق بنسخها من مكان الى مكان مجتمعاً، وكان ذلك بمنزلة اوراق وجدت في بيت رسول الله ، فيها القرآن منتشر فجمعها جامع وربطها بخيط حتى لا يفيح منها شي۔[10]

وفيه ايضا

مزید فرماتے ہیں:

قال: والاول اصح، انما كان الأديم والعسب اولا، قبل أن يجمع في عهد ابي بكر،ثم جمع في الصحف في عهد ابي بكر تم كما دلت عليه الاخبار الصحيحة المترادفه۔[11]

جمع صدیقی اور جمع عثمانی کے بارے میں فرماتے ہیں:

قال: ابن التين وغيره: الفرق بين جمع ابي بكر و جمع عثمان، ان جمع ابى بكركان لخشية ان يذهب من القرآن شي بذهاب حملته، لانه لم يكن مجموعاً في موضع واحد، فجمعه في صحائف مرتبالآيات سوره على ما وقفهم عليه النبي ، وجمععثمان كان لما كثر الاختلاف في وجوه القراءة، حتى قرء وه بلغاتهم على اتساع اللغات، فادى ذلك بعضهم الى تخطئة بعض، فخشى من تفاقم الأمر في ذالك فنسخ تلك الصحف في مصحف واحد مرتبا لسوره واقتصر من سائر اللغات على لغة قريش، محتبحا بانه نزل بلغتهم، و ان كان قد وسع قراء ته بلغة غيرهم، رفعا للحرج والمشقة في ابتداء الأمر، فرأى ان الحاجة الى ذلك قد انتهت، فاقتصر على لغة واحدة۔[12]

علامہ زرکشیؒ نے "البرہان" میں تحریر فرمایا ہے:

وفي هذا اثبات ظاهران الصحابة جمعوا بين الدفتين القرآن المنزل من غير زيادة ولا نقص. والذي حملهم على جمعه ماجاء في الحديث انه كان مفرقافي العسب و اللخاف وصدور الرجال، فخافوا ذهاب بعضه بذهاب حفظته، فجمعوه وكبتوه كماسمعوه من النبي من غيران قدموا شيئا أو اخروا۔[13]

المصنف لابن ابی شیبہ میں ہے:

---

[9] قسطلانی، ارشاد الساری (۱۵/۱۵۲)

[10] السیوطی، جلال الدین، الاتقان(ا:/۲۰۵)

[11] ایضا(۱/۲۰۶)

[12] ایضا(۱/۲۰۸)

[13] الزرکشی، برھان الدین، البرھان:(۱/۲۳۶)

حدثنا وكيع، عن سفيان عن السدی عن عبد خير قال: قال علی، يرحم الله ابابكرهو اول من جمع بين اللوحين۔[14]

(۲) روایت زہری کی وضاحت

امام زہری کی مذکورہ روایت کو محدثین کرام رحمہم اللہ نے حدیث صحیح قرار دیا ہے اور اس بات کو معترض نے خود اپنی تحریر میں تسلیم کیا ہے اور یہ حدیث عہد رسالت میں کتابت وجمع قرآن کی نفی نہیں کرتی جیسا کہ اس کی وضاحت ماقبل میں مذکور ہے۔

نیز یہاں پر یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک خبر واحد وہ روایت ہے جس میں حدیث متواتر کی شرائط نہ پائی جائیں اور اس کی مختلف اقسام میں مشہور، مقبول، عزیز، غریب وغیرہ شامل ہیں۔ تو معترض نے حدیث غریب جو کہ جمہور محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک خبر واحد کی قسم ہے اور بشرط صحۃ م ہے اور بشرط صحت قابل استدلال ہے اس کو خبر واحد سے تعبیر کرکے محدثین کی اصطلاح سے ناواقفیت اور اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ اس کے باوجود مفروضے قائم کرکے صحیح حدیث کو ناقابل استدلال ٹھہرانے اور دیگر احادیث کے متعارض ٹھہرانے کی کوشش کی ہے جو سراسر علمی بددیانتی ہے۔

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"والغريب ما يتفرد بروايته شخص واحد من الثقات او غيرهم في اي موضع وقعالتفرد به من السند..... الخوالغريب اما صحيح كالافراد المخرجة في الصحيح ان كان المتفرد به ثقة او غيرمصحيح و هو الا غلب.وكلها سوى المتواتر آحاد.[15]

شروط الائمۃ الخمسۃ" میں ہے:

واما الاخبار فانها كلها اخبار الآحادلانه ليس يوجد عن النبي له خبر من رواية عدلين، روى احدهما عن عدلين و كل واحد منهما عن عدلين حتى ينتهى ذلك الى رسول الله فلما استحال هذا وبطل، ثبت ان الاخبار كلها اخبار الآحاد ومن اشترط ذلك فقد عمد الى ترك السنن كلها لعدم وجود السنن الامن رواية الآحاد هذا اخر كلام ابن حبان ۔[16]

مزید مذکور ہے:

..وعلى الجملة فقد اتفقوا انه لا يشترط في قبول الآحاد العدد قل أو كثر والله اعلم۔[17]

علامہ مناویؒ "الیواقیت والدر" میں رقمطراز ہیں:

وهو (الغريب) هنا اي في الاصطلاح اهل هذا الفن ما اى حديث ينفرد بروايته اى برواية زياده في متنه اوا سناده شخص واحد فی ای طبقة عن جميع رواية الثقات وغيرهم..... الخ........ وان الغريب هو الذي ينفرد به شخص واحد في اي موضع وقع التفرديه۔[18]

(۳) امام زہری کی روایت میں اضطراب کے قول کی حقیقت

---

[14] ابن ابی شیبہ، المصنف، (۱۵/ ۵۴۲)

[15] ظفر احمد عثمانی، قواعد فی علوم الحدیث: (ص ۳۲)

[16] شروط الائمۃ الخمسۃ: (ص ۱۳۳)

[17] ایضا: (ص ۱۴۲)

[18] المناوی، الیواقیت والدرر: (۱/ ۲۹۲)

امام زہری کی مذکورہ روایت میں کوئی اضطراب نہیں بلکہ یہ دو روایتوں کے مابین لفظوں کا کچھ اختلاف ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اس وجہ سے محدثین کرام رحمہم اللہ میں سے کسی نے بھی اس کو اضطراب نہیں فرمایا۔

محدثین عظام رحمہم اللہ نے حدیث مضطرب کی جو تعریف کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک ہی راوی کی دو یا اس سے زیادہ مختلف روایتیں ہوں، جن کی توجیہہ، تطبیق اور ان کا جمع کرنا ممکن نہ ہو۔ ایک ہی راوی کبھی ایک بات ذکر کرے اور کبھی ایسی دوسری بات ذکر کرے جو پہلی بات کے متعارض ہو اور ان میں موافقت نہ ہو سکے، ایسی حدیث مضطرب کہلاتی ہے۔ لیکن دو روایتوں کے درمیان لفظی اختلاف کو یا ایک ہی راوی کی روایتوں میں سے کسی میں بھی کچھ الفاظ کے اضافے کو محدثین کرام رحمہم اللہ نے اضطراب نہیں فرمایا لہذا معترض کا اس روایت کو مضطرب کہنا یا تو مذکورہ مسلمہ اصطلاح سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ہے اور یا انہوں نے واقفیت کے باوجود ایسا کہ کر ایک طرح کی علمی خیانت کی ہے جو کسی طرح بھی درست نہیں۔ کیونکہ اگر اس قسم کے لفظی اختلاف کو بھی معترض کے نظریے کے مطابق درست تسلیم کرلیں تو مجموعہ احادیث کی بیشتر روایات اس کی رو سے مضطرب ٹھہریں گی جب کہ انہیں روایات کو جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ نے مستند اور معتبر تسلیم فرمایا ہے۔ لہذا معترض کی خود ساختہ اصطلاح بالکل باطل اور غلط ہے۔

بہر حال! مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں ہم معترض کے اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کیا امام زھری کی دونوں روایتوں (شعیب کی امام زہری سے روایت اور ابراہیم بن سعد کی امام زہری سے روایت) میں لفظی اختلاف کسی درجے کا ہے اور کیا اس کا رفع ہونا ممکن ہے اور اس سے حدیث کی صحت پر کوئی اثر پڑتا ہے؟

1. پہلی روایت میں بالناس اور دوسری روایت میں ”بقراء القرآن میں کوئی تعارض نہیں۔ پہلی روایت میں مطلق لوگوں کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ وہ حضرات قراء قرآن تھے۔ یہاں تو ایک روایت دوسری کی تفسیر و توضیح کر رہی ہے اور ان میں اختلاف و اضطراب نہیں۔
2. اس مقام پر بھی کوئی تعارض نہیں ایک راوی نے اکتاف ذکر کر دیا اور دوسرے نے ”لخاف ذکر کیا، مقصود اس مقام پر یہ بتلانا تھا کہ قرآن کریم اس وقت تک مختلف اشیاء پر مثلاً ہڈیوں، کھالوں، پتھر کے ٹکڑوں وغیرہ پر منتشر طور پر لکھا ہوا تھا اب ایک راوی نے پتھر کے ٹکڑوں کا ذکر فرمایا اور دوسرے راوی نے کھالوں کا، تو دونوں روایات کو سامنے رکھ کر ان اشیاء کے بارے میں علم ہوا لہذا اس میں بھی اختلاف والی کوئی بات نہیں۔
3. اس مقام پر بھی اختلاف کی کوئی بات نہیں۔ پہلی روایت میں سورۃ توبہ کی دو آیتوں کا ذکر ہے اور مقام کی تعیین نہیں جب کہ دوسری روایت میں آخر سورۃ التوبہ " کہہ کر مقام متعین کر دیا گیا ہے اگر پہلی روایت میں اول سورۃ التوبہ یا اس قسم کی تعیین کی گئی ہوتی تو پھر اضطراب والی بات ممکن ہوتی مگر یہاں پر ایسی کوئی بات نہیں بلکہ دوسری روایت پہلی کی تشریح ہے۔
4. اس مقام پر اشکال ہو سکتا تھا۔ ہو سکتا تھا جس کا جواب حافظ ابن حجر نے حجر نے فتح الباری میں یہ پیش فرمایا ہے کہ راجح اور محقق بات یہ ہے اور کہ سورۃ توبہ کی آیات حضرت ابو خزیمہ کے پاس تھیں اور سورہ احزاب کی آیت حضرت خزیمہ کے پاس تھی لہذا یہاں بھی کوئی اعتراض نہ رہا۔
5. مذکورہ دونوں جملوں کے ابراہیم بن سعد کی روایت میں نہ ہونے اور شعیب کی روایت میں ہونے سے حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ محدثین عظام رحمہم اللہ نے ثقہ کی زیادتی کو معتبر فرمایا ہے۔ نیز یہاں پر یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ یہی روایت امام بخاری نے کتاب فضائل القرآن میں ابراہیم بن سعد کے طریق سے ذکر فرمائی ہے اور اس میں پہلا جملہ ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

قال الحافظ في مقدمة الفتح: ان الاختلاف على الحفاظ في الحديث لا يوجب ان يكون مضطرباً الابشرطين احدهما استواء وجوه الاختلاف، فمتى رجح احد الاقوال قدم ولا يعل الصحيح بالمرجوح ثانيهما مع الاستواء ان يتعذر الجمع على قواعد المحدثين، ويغلب على الظن ان ذلك الحافظ لم يضبط ذلك الحديث بعينه فحينئذ يحكم على تلك الرواية وحدها بالاضطراب اه. وفيه ايضاً: فالتعليل من اجل مجرد الاختلاف غير قادح اذلا يلزم من مجرد الاختلاف اضطراب يوجب الضعف اه۔[19]

علامہ سیوطیؒ "تدریب الراوی" میں تحریر فرماتے ہیں:

والمختلف قسمان: احدهما يمكن الجمع بينهما بوجه صحيح فيتعين ولا يصار الى التعارض ولا النسخ و يجب العمل بهما۔[20]

"معرفۃ انواع علم الحدیث" میں علامہ ابن صلاحؒ نے مضطرب کو یوں ذکر کیا ہے:

المضطرب من الحديث: هو الذى تختلف الرواية فيه، فيرويه بعضهم على وجه وبعضهم على وجه اخر مخالف له و انما نسميه مضطرباً اذا تساوت الروايتان وامااذا ترجحت احداهما بحيث لا تقاومها الأخرى بان يكون ماويها احفظ او اكثرصحبة للمروى عنه او غير ذلك من وجوه الترجيحات المعتمدة فالحكم للراجحةولا يطلق عليه حينئذ وصف المضطرب ولاله حكمه۔[21]

"فتح المغیث" میں علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں:

مضطرب الحديث بكسر الراء اسم فاعل من اضطرب ما قد وردا حال كونه مختلفا من راو واحدبان رواه مرة على وجه و اخرى على آخر مخالف له فازيد ابان يضطرب فيه كذلك راويان۔[22]

"فتح الباری" میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

والا رجح ان الذي وجدمعه اخر سورة التوبة ابو خزيمة بالكنية والذي وجدمعه الآيةمن الاحزاب خزيمة۔[23]

"النکت لابن الصلاح" میں ہے:

لان الاضطراب هو:الاختلاف الذي يؤثر قدحاً۔[24]

(۴) حضرت زید بن ثابت کی معذرت کا صحیح محمل

---

[19] ظفر احمد عثمانی، قواعد فی علوم الحدیث:(ص۱۶۵)

[20] السیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی:(ص۳۸۷)

[21] ابن صلاح، معرفۃ انواع علم الحدیث :(۱۹۲)

[22] السخاوی، فتح المغیث (۲۲۱/۱)

[23] ابن حجر العسقلانی، فتح الباری :(۴۳۹/۸)

[24] ابن الصلاح، النکت: (۷۷۳/۲)

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

حضرت زید بن ثابت کا جمع قرآن کے سلسلے میں محض اپنی یادداشت پر اور پہلے سے لکھے ہوئے نسخے پر اعتماد نہ فرمانا قرآن کریم کے معاملے میں حد درجہ احتیاط کی وجہ سے تھا۔ مناسب ہو گا کہ اس بارے میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی تحریر ذکر کر دی جائے جو ازالہ شبہات کے لیے ان شاء اللہ کافی ہو گی۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں:

اس موقع پر جمع قرآن کے سلسلہ میں حضرت زید بن ثابت کے طریق کار کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے، جیسا کہ پیچھے ذکر آچکا ہے کہ وہ خود حافظ قرآن تھے، لہذا وہ اپنی یادداشت سے پورا قرآن لکھ سکتے تھے، ان کے علاوہ بھی سینکڑوں حفاظ اس وقت موجود تھے، ان کی ایک جماعت بنا کر بھی قرآن کریم لکھا جا سکتا تھا، نیز قرآن کریم کے جو مکمل نسخے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں لکھ لیے گئے تھے، حضرت زیدؓ ان سے بھی قرآن کریم نقل فرما سکتے تھے لیکن انہوں نے احتیاط کے پیش نظر ان میں سے صرف کسی ایک طریقہ پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لے کر اس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفوں میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریر اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں، اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے قرآن کریم کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں، وہ مختلف صحابہ کے پاس محفوظ تھیں، حضرت زید نے انہیں یکجا فرمایا تا کہ نیا نسخہ ان سے ہی نقل کیا جائے چنانچہ یہ اعلان عام کر دیا گیا کہ جس شخص کے پاس قرآن کریم کی کوئی آیات لکھی ہوئی موجود ہوں وہ حضرت زیدؓ کے پاس لے آئے اور جب کوئی شخص ان کے پاس قرآن کریم کی کوئی لکھی ہوئی آیت لے کر آتا تو وہ مندرجہ ذیل چار طریقوں سے اس کی تصدیق کرتے تھے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

1۔ سب سے پہلے اپنی یادداشت سے اس کی توثیق کرتے تھے۔

2۔ پھر حضرت عمر بھی حافظ قرآن تھے اور روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر نے ان کو بھی اس کام میں حضرت زید کے ساتھ لگا دیا تھا، اور جب کوئی شخص کوئی آیت لے کر آتا تھا تو حضرت زید اور حضرت عمر دونوں مشترک طور پر اسے وصول کرتے تھے۔ لہٰذا حضرت زیدؓ کے علاوہ حضرت عمر بھی اپنے حافظہ سے اس کی توثیق فرماتے تھے۔

3۔ کوئی لکھی ہوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کی جاتی تھی جب تک دو قابل اعتبار گواہوں نے اس بات کی گواہی نہ دے دی ہو کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھی، علامہ سیوطی فرماتے ہیں: کہ بظاہر یہ گواہیاں اس بات پر بھی لی جاتی تھیں کہ یہ لکھی ہوئی آیت آنحضرت کی وفات کے سال آپ ﷺ پر پیش کر دی گئی تھی، اور آپ نے اس بات کی تصدیق فرما دی تھی کہ یہ ان حروف سبعہ کے مطابق ہے جن پر قرآن کریم نازل ہوا ہے، علامہ سیوطی کی اس بات کی تائید متعدد روایات سے بھی ہوتی ہے۔

4۔ اس کے بعد ان لکھی ہوئی آیتوں کا ان مجموعوں کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا تھا جو مختلف صحابہ نے تیار کر رکھے تھے، امام ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اس طریق کار کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم کی کتابت میں زیادہ سے زیادہ احتیاط سے کام لیا جائے اور صرف حافظہ پر اکتفا کرنے کی بجائے بعینہ ان آیات سے نقل کیا جائے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھیں۔

حضرت ابو بکر کے زمانے میں جمع قرآن کا یہ طریقہ کار ذہن میں رہے تو حضرت زید بن ثابت کے اس ارشاد کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ سورہ براءۃ کی آخری آیات لقد جاءکم رسول من انفسکم --الخ۔ مجھے صرف حضرت ابو خزیمہ کے پاس ملیں ان کے سوا کسی کے پاس نہیں ملیں اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ یہ آیتیں سوائے حضرت ابو خزیمہ کے کسی اور کو یاد نہیں تھیں یا کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں، اور ان کے سوا کسی کو ان کا جزو قرآن ہونا معلوم نہ تھا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت ﷺ کی لکھوائی ہوئی قرآن کریم کی متفرق آیتیں لے لے کر آرہے تھے، ان میں سے یہ آیتیں سوائے حضرت ابو خزیمہ کے کسی کے پاس نہیں ملیں، ورنہ جہاں تک ان آیات کے جزو قرآن ہونے کا تعلق ہے یہ بات تواتر کے ساتھ سب کو معلوم تھی۔

اول تو جن سینکڑوں حفاظ کو پورا قرآن کریم یاد تھا، انہیں یہ آیات بھی یاد تھیں، دوسرے آیات قرآنی کے جو مکمل مجموعے مختلف صحابہ نے تیار کر رکھے تھے، ان میں بھی یہ آیت لکھی ہوئی تھی، لیکن چونکہ حضرت زید بن ثابت نے مزید احتیاط کے لیے مذکورہ بالا ذرائع پر اکتفا کرنے کی بجائے متفرق طور سے لکھی ہوئی آیتوں کو جمع کرنے کا بیڑا بھی اٹھایا تھا، اس لیے انہوں نے یہ آیت اس وقت تک اس نئے مجموعہ میں درج نہیں کی، جب تک اس تیسرے طریقہ سے بھی وہ آپ کو دستیاب نہیں ہو گئی یا،،، دوسری آیات کا معاملہ تو زیہ یہ تھے تھا کہ وہ وہ حفاظ صحابہ کو یاد ہونے اور عہد رسالت کے مکمل مجموعوں میں محفوظ ہونے کے علاوہ کئی کئی صحابہ کے پاس الگ سے لکھی ہوئی بھی تھیں، چنانچہ ایک ایک آیت کئی کئی صحابہ لے کر آرہے تھے، اس کے برعکس سورہ براءت کی یہ آخری آیات سینکڑوں صحابہ کو یاد تو تھیں، اور جن حضرات کے پاس آیات قرآنی کے مکمل مجموعے تھے ان کے پاس لکھی ہوئی بھی تھیں، لیکن آنحضرت ﷺ کی نگرانی میں الگ لکھی ہوئی صرف حضرت ابو خزیمہ کے پاس ملیں، کسی اور کے پاس نہیں۔[25]

(۵) حافظ عبد البر کی عبارت کا صحیح محمل

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

جہاں تک حافظ ابن عبد البر کی عبارت کا تعلق ہے تو اس میں بعض لوگوں کا یہی اعتراض منقول ہے کہ اگر حضرت زید نے عہد نبوی میں قرآن کریم جمع فرمایا تھا تو اس کو خود اپنے حافظے کی بنیاد پر تحریر فرماتے دیگر لوگوں سے رجوع نہ کرتے تو اس کا جواب ما قبل میں علماء محققین کے مسلک کے مطابق گزر چکا کہ یہ سب حد درجہ احتیاط کی وجہ سے تھا کہ انہوں نے محض اپنے حافظہ پر اعتماد نہیں فرمایا بلکہ عدالتی طریقہ کے مطابق گواہوں کی بنیاد پر اسے مرتب فرمایا لہٰذا مذکورہ قول مرجوح ہے جو روایات کا صحیح محمل نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔

نیز حافظ ابن عبد البر کے طرز تحریر سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ کوئی وزنی اعتراض نہیں کیونکہ انہوں نے اسے قد عارضہ قوم جیسے الفاظ سے ذکر فرما کر محض ان کا قول ذکر کر دیا، اور اس پر بحث کی ضرورت نہ سمجھی۔

علامہ سیوطیؒ "الاتقان" میں تحریر فرماتے ہیں:

وكان لا يقبل من احد شيئا حتى يشهد شاهدان و هذا يدل على ان زيداً كان لا يكتفي بمجرد الحفظ. وجدانه مكتوبا حتى يشهد به من تلقاه سماعا، مع كون زيد كان يحفظ، فكان يفعل ذلك مبالغة في الاحتياط. السخاوي في جمال القراء: المراد نهما يشهدان على ان ذلك المكتوب كتب بين يدى رسول الله ﷺ او المراد انهما يشهدان على ان ذلك من الوجوه التي فقال نزل بها القرآن.

قال ابوشامة وكان غرضهم الا يكتبه الأمن عين ما كتب بين يدى النبي ، لامن مجرد الحفظ. قال: ولذلك قال في آخر سورة التوبة: لم اجدها مع غيره، اى لم اجدها مكتوبة مع غيره، لانه كان لا يكتفى بالحفظ دون الكتابة. قلت: او المراد انهما يشهدان على ان ذلك مما عرض على النبي ﷺ عام وفاته كمايؤخذ مما تقدم اخر النوع السادس عشر. وقد اخرج ابن أشته في المصاحف عن الليث بن سعد اول من جمع القرآن ابوبكر وكان الناس يا تون زيد بن ثابت، فكان لا يكتب آية الابشاهدي عدل وان آخر سورة براءة لم توجد الا مع خزيمة بن ثابت فقال اكتبوها فان رسول الله ﷺ جعل شهادته بشهادة رجلين، فكتب وان عمراتي بآية الرحم فلم يكتبها، لانه كان وحده.(اهليث بن سعد ثقة امام فقيه مشهور ولكنه مرسل).[26]

علامہ زرکشیؒ "البرھان" میں تحریر فرماتے ہیں:

وفي قول زيد بن ثابت : فجمعته من الرقاع والا كتابف و صدور الرجال ما اوهم بعض الناس ان احداً لم يجمع القرآن في عهد رسول الله ؛ وان من قال: انه جمع القرآن ابي بن كعب وزيد ليسب محفوظ، وليس الامر على ما اوهم؛ و انما طلب القرآن متفرقاً ليعارض بالمجتمع عند من بقى ممن جمع القرآن يشترك الجميع في علم ما جمع فلا يغيب عن جمع القرآن احد عنده منه شئ ولا يرتاب احد فيما يودع المصحف، ولا يشكو في انه جمع عن ملأمنهم. فاما قوله: "وجدت آخر براءة مع خزيمة بن ثابت، ولم اجدها مع غيره يعني ممن كانوا في طبقة خزيمة ممن لم يجمع القرآن.---- واما ابي ابن كعب وعبد الله بن مسعود و معاذ بن جبل؛ فبغير شک جمعوا القرآن. والدلائل عليه متظاهرة.[27]

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

---

[25] تقی عثمانی، علوم القرآن:(ص ۱۸۳)

[26] السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن:(۱/۲۰۵)

[27] الزرکشی، البرھان فی علوم القرآن:(۱/۲۳۸)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

(لم اجدها مع احد غيره) ای مکتوبة، لما تقدم من انه کان لا یکتفی دون الکتابة، ولایلزم من عدم وجدانه ایاها حینئذ ان لا تکون تواترت عند من لم یتلقها من النبیو انما کان زید یطلب التثبت عمن تلقاها بغیر واسطة ولعلهم لما وجدها زید عند ابي خزيمة تذكروها كما تذكرها زيد، وفائدة التقبع المبالغة في الاستظهار والوقوف عند ما كتب بين النبيﷺ۔[28]

"البرھان" میں علامہ زرکشیؒ نے "قول زید بن ثابت" کی وضاحت کی ہے:

وقول زيد لم اجدها الامع خزيمة ليس فيه اثبات القرآن بخبر الواحد، لان زيداً كان قد سمعها وعلم موضعها في سورة الاحزاب بتعليم النبي وكذلك غيره من الصحابة ثم نسيها، فلما سمع ذكره، وتتبعه للرجال كان للاستظهار لا لاستحداث العلم۔[29]

حافظ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں:

.وما احتاج الى ذكره قالوا: و اما خبر جمع عثمان للمصحف فانما جمعه من الصحف التي كانت عند حفصة من جمع ابي بكر....... وكان ابو بكر الصديق قدا مره بجمع القرآن في الصحف فكتبه فيها۔[30]

(۲)اعتراض میں ذکر کردہ امور کا مجموعی جائزہ

مسلکہ تحریر اور حاصل کلام کے تحت مذکور اعتراضات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ ساری غلط نہیں روایات کا صحیح محمل نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی اور جمع قرآن کی تمام روایات کا محمل اور اس کی تفصیل جمہور علماء کرام کے موقف کی روشنی میں ماقبل میں ذکر کر دی گئی۔

نیز معترض کے انداز تحریر سے یہ واضح ہے کہ ائمہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کی کاوشوں اور اجماع امت کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں، خصوصاً معترض نے حدیث وسنت کے مدون اول اور جلیل القدر امام، حضرت امام زہری، جن کی ثقاہت و دیانت پر جمہور اہلسنت محدثین وفقہاء رحمہم اللہ متفق ہیں، کا ذکر انتہائی بے ادبی کے ساتھ کیا ہے، مزید یہ کہ معترض امام زہری کی مخالفت میں اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ ان کی ذکر کردہ حدیث جس کی صحت پر محدثین کرام رحمہم اللہ کا اتفاق ہے اور یہ بات خود معترض کو بھی تسلیم ہے، کو خود ساختہ مفروضوں کے ذریعے غلط ثابت کرنے اور حدیث صحیح کو دیگر روایات حدیث کے متعارض ٹھہرانے کی کوشش کی ہے اور اس بارے یاے میں علم اصول حدیث اور علم تاریخ سے ناواقفیت کا ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ علم ساتھ علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔

نیز معترض جنگ یمامہ میں بہت سے قرآء قرآن کی شہادت کو غلط ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ بات تاریخی روایات کے بالکل خلاف ہے کیونکہ حضرت سالم مولی ابی حذیفہ کے علاوہ حضرت ابو حذیفہ حضرت زید بن الخطاب، حضرت بابت بن قیس (کاتب وحی) حضرت عباد بن بشر حضرت طفیل بن عمر والدوی (شاگرد حضرت ابی بن کعب) رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر قرآء وحفاظ کی جنگ یمامہ میں شہادت تاریخی روایات سے ثابت ہے۔[31]

معترض نے شب وروز کے تجربہ اور صحابہ اور مسلمانوں کے حالات کے اعتبار سے جن سات امور کو بعید قرار دیا ہے، تو اس بارے میں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے معمولات وحالات اور ان کے شب وروز کا تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کو زیادہ علم تھا اور یہ امور صحیح روایات سے

[28] ابن حجر، فتح الباری:(۹/۸۱)

[29] الزرکشی، البرھان :(۱/۲۳۴)

[30] ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب:(۲/۵۳۸)

[31] تقی عثمانی، علوم القرآن:(ص۲۲۷)

ثابت ہیں جن کو جمہور امت ۱۴۰۰ سال سے تسلیم کرتی چلی آرہی ہے۔ لہذا اب ان امور پر اس طرز کے موہوم شبہات کی کوئی اہمیت نہیں۔ مزید یہ کہ اس بارے میں معترض کی فہم کے مقابلے میں جمہور علماء اور محدثین رحمہم اللہ کا فہم ہی معتبر ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس قرآن کریم رہنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر کی وفات کے وقت کوئی خلیفہ نامزد نہ ہوا تھا اس لیے یہ قرآن کریم حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق حضرت حفصہ کے سپرد کر دیا گیا اور جب خلیفہ سوم حضرت عثمان کو جمع قرآن سلسلے میں اس نسخے کی ضرورت پڑی تو حضرت حفصہ نے وہ نسخہ ان کے سپرد فرما دیا۔

مصادر اور مراجع

1. القرآن الکریم
2. تقی عثمانی، مولانا، علوم القرآن، مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید ۲۰۰۵۔
3. زرکشی، برھان الدین، البرھان في علوم القرآن، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان۔
4. ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، قدیمی کتب خانہ کراچی (طبع جدید)
5. ابن شیبہ، المصنف، بطبع المکتبہ الشاملہ۔
6. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار السلام، ریاض ۱۹۹۹ء، قدیمی کتب خانہ کراچی، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔
7. حاکم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان۔
8. شبیر احمد عثمانی، فتح الملھم شرح صحیح مسلم، مکتبہ دار العلوم کراچی۔
9. قسطلانی، شہاب الدین احمد بن محمد، ارشاد الساری لشرح صحیح بخاری، مطبعہ بولاق مصر طبع سادس ۱۳۰۴ھ۔
10. مسلم، محمد بن مسلم القشیری الصحیح، دار السلام، ریاض، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، مکتبہ رحمانی، اردو بازار، لاہور۔
11. ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، النکت علی کتاب ابن صلاح، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔
12. ابن صلاح، مقدمہ ابن صلاح في علوم الحدیث، فاروقی کتب خانہ ملتان۔
13. ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمن، معرفة علوم الحدیث، دار المعرفة بیروت لبنان۔
14. حازمی، ابو بکر، شروط الائمة الخمسہ، المطبوعات الاسلامیہ بیروت۔
15. الخطابي، اعلام الحدیث، دار المعرفة بیروت۔
16. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوي، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، طبع جدید۔
17. السخاوی۔ فتح المغیث طبع المکتبة الشاملة۔
18. ظفر احمد عثمانی، المحدث الفقیہ، مقدمة اعلاء السنن، قواعد في علوم الحدیث، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ للطباعة والنشر والتوزیع۔
19. المنادي، الیواقیت والدرر، بطبع المکتبة الشاملة۔
20. تمنا عمادی، زہری و طبری، تصویر کا دوسرا رخ
21. السیوطی، جلال الدین، الاتقان
22. ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفة الاصحاب